بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نظرات

قانونِ مکافاتِ عمل قدرت کا ایک ایسا ازلی اور ابدی قانون ہے جس میں کبھی کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہو سکتا ہے اور جس طرح زندگی اور موت کے اسباب و علل تمام ملکوں اور قوموں کے لئے یکساں ہیں۔ خواہ ان میں طاقت و قوت' امیری اور غریبی اور رنگ و نسل کے اعتبار سے کیسے ہی شدید اختلافات ہوں۔ ٹھیک اسی طرح مکافاتِ عمل کا قانون بھی دنیا کی سب قوموں کیلئے ہے۔ جس کی زد سے نہ ایشیا کا مردِ غریب و بیمار بچ سکتا ہے اور نہ یورپ کا مردِ توانا و تنومند۔ البتہ عمل کی پاداش یا اس کے اجر و ثواب کا ظہور مختلف شکلوں اور صورتوں میں ہوتا ہے پھر کبھی جلد ظہور ہوتا ہے اور کبھی بدیر۔ لیکن جب کبھی بھی ہوتا ہے اس زور شور اور اس بے پناہ قوت کے ساتھ ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام طاقتیں بھی اگر اس کو روکنے کے لئے اکٹھی ہو جائیں اور انسانی عقل و تدبیر کے تمام وسائل و ذرائع بھی اس پاداش سے بچ نکلنے کے لئے جمع کر لئے جائیں تب بھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ وہ قدرت کا ایک اٹل فیصلہ ہوتا ہے جو بہر حال نافذ ہو کر رہتا ہے اور اس وقت اُس کے انسداد کی بڑی سے بڑی تدبیر بھی اپنا الٹا ہی اثر دکھاتی ہے۔

غور کرو! ایک زمانہ میں ایرانی اور یونانی کس زور شور سے اٹھے اور انھوں نے اپنی شوکت و سطوت کا سکہ دنیا میں رائج کرنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ رومیوں نے آٹھ سو سال تک اپنی حکومت و سلطنت کا پرچم لہرایا۔ عربوں نے مشرق و مغرب کے میدانوں کو اپنے لشکروں سے کھنگال ڈالا۔ تاتاریوں اور افغانوں نے اپنے دبدبہ و طنطنہ کا نقارہ بجایا۔ لیکن جب ظلم و جور' بے رحمی و سفاکی اور خدا کے قانون سے انحراف و برگشتگی اختیار کر لینے کے باعث قدرت کے محکمۂ عدالت نے ان کے لئے سزا کا حکم نافذ کر دیا تو یہ طاقتیں اور حکومتیں کچھ بھی نہ کر سکیں اور آج ان کی حسرت ناکامی کا یہ عالم ہے کہ کوئی ان کے پرانے نقوشِ عظمت و سطوت کا مرثیہ پڑھنے والا بھی نظر نہیں آتا۔ آج نہ "درفشِ کاویانی" کا کہیں نام و نشان ہے اور نہ علم و چترِ ساسانیاں کا پتہ ہے نہ کاخِ مدائن کا کہیں تذکرہ کیا

جاتا ہے اور نہ قصر خورنق و سدیر کا کسی جگہ چرچا ہے "تخت طاؤس پر بیٹھنے والے مٹ گئے اور فنا ہوگئے اور یہ تخت بھی خاتم جم اور شوکت عجم کی طرح اپنی عظمت سے محروم ہوگیا۔ اب نہ سکندر و دارا کا کوئی فسانہ خواں ہے اور نہ ہنی بال اور جولیس سیزر کا نام سن کر کسی کے بدن پر لرزہ طاری ہوتا ہے ان بہادروں نے اپنے کارناموں سے دنیا کو حیرت زدہ کردیا لیکن جب فطرت نے خود ان کے برخلاف اپنی شمشیر انتقام کو بے نیام کرلیا تو ان میں سے کوئی بھی اس کی چوٹ سے نہ بچ سکا۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۔ — اور جو عمل انھوں نے کئے تھے ان کی برائیاں ان پر ظاہر ہوگئیں اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان پر آنازل ہوا

کلام الٰہی نے ایک موقع پر ظالموں کے عبرت انگیز انجام کی تصویر اس طرح کھینچی ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ ۔ — کاش آپ ظالموں کو اس وقت دیکھیں جبکہ وہ موت کی بیہوشیوں میں پڑے ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ تم اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائیگا

بہرحال قدرت کا یہی وہ قانون مکافات عمل ہے جس کو مولانائے روم نے اس طرح بیان کیا ہے۔

گندم از گندم بروید جو ز جو — از مکافاتِ عمل غافل مشو

پھر جب قدرت کا یہ قانون کسی قوم کی بدعملی کی وجہ سے حرکت میں آجاتا ہے تو اب اس میں اس کا امتیاز نہیں ہوتا کہ اس قوم میں کتنے لوگ تھے جو درحقیقت ظالم تھے اور کتنے تھے جنھوں نے اپنے ہاتھوں کو کسی مظلوم کے خون سے آلودہ نہیں کیا۔ چونکہ پوری قوم بحیثیت ایک قوم کے گنہگار اور ظالم ہوتی ہے جو لوگ خود ظلم اور سفاکی کرتے ہیں وہ تو ظالم ہوتے ہی ہیں لیکن ان کے برخلاف جو لوگ خود ظلم نہیں کرتے ان کا شدید گناہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے ظالموں کو دوسروں پر ظلم کرنے سے روکتے نہیں ہیں۔ اس بنا پر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پوری قوم ظالم قرار دیجاتی ہے اور اب جب خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے تو وہ بلا امتیاز این وآں پوری قوم کو اپنی آگ میں لپیٹ لیتا ہے اور وہ سب اس میں جل بھن کر خاک سیاہ ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ — جو قومیں تم سے پہلے گذری ہیں ان میں ایسے

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ	لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد پیدا کرنے
فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ	سے منع کرتے مگر ہاں چند لوگ جن کو ہم نے
أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ	نجات دی۔ اور جن لوگوں نے نافرمانی کی تھی
ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا	وہ انہیں لذتوں کے پیچھے پڑے رہے جو ان کو
مُجْرِمِينَ ۝	دی گئی تھیں اور یہ لوگ مجرم تھے۔

اور ہونا بھی یہی چاہیے۔ کیونکہ جس طرح ظلم کرنا گناہ ہے۔ کسی ظالم کو اس کے ظلم سے باز نہ رکھنا بھی اسی درجہ کا ایک گناہ ہے۔ ایک چور اپنے ہاتھوں سے چوری کرتا ہے لیکن جب اس کو سزا ملتی ہے تو اس کا دکھ تمام جسم کو محسوس کرنا پڑتا ہے۔

حقیقت بہرحال حقیقت ہے، زمان و مکان کا اختلاف اور گردش لیل و نہار کا انقلاب اس میں کبھی کوئی تبدیلی یا فرسودگی پیدا نہیں کر سکتا۔ فطرت کے اس قانون کے مطابق جو کچھ کہ اب سے پہلے ہوتا رہا ہے وہ آج بھی مشاہدہ میں آرہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

آج دنیا کی بڑی بڑی قومیں خون کے ایک بڑے ہیبت ناک اور گہرے سمندر میں اپنی بدعملیوں کی پاداش میں غوطے کھا رہی ہیں۔ ان میں سے کچھ ہیں جو چند ہی غوطے کھانے کے بعد غرق ہو کر سمندر کی تہ سے جا لگی ہیں کچھ ہیں جن میں اب تک رمقِ حیات باقی ہے اور وہ خون کی سرخ موجوں کے تھپیڑوں میں ادہر سے اُدہر اور اوپر نیچے ہو رہی ہیں۔ ان کے علاوہ چند وہ قومیں ہیں جو اول اول موجوں کے تھپیڑوں میں گرفتار ہو جانے کے باعث ڈوبتی چلی گئیں لیکن اب ان کا کمالِ شناوری اور ان کا ہنر پیمائی اس بات کی امید دلاتا ہے کہ یہ اس قلزمِ خون سے صحیح سلامت نکل آئیں گی۔

پس جو قومیں خون کے اس بحرِ ناپیدا کنار میں غرق ہو گئیں اب ان سے تو کیا کہا جائے کہ وہ اب کہنے سننے کے مرحلے سے ہی گذر چکی ہیں۔ البتہ دوسروں کے لئے وہ ایسا افسانۂ عبرت بن گئی ہیں کہ اگر چشمِ بینا اور گوشِ شنوا ہو تو لوگ اس افسانہ کو پڑھیں گے اور سبق حاصل کریں گے۔ اب رہیں وہ قومیں جو اس قلزمِ خون میں غوطے کھاتے کھاتے آخر کار اب ساحل کے قریب آ لگی ہیں ان کو غور کرنا چاہئے کہ "خون کے اثرات" سے ان کا بھی دامن بھی پاک نہیں ہے۔ اور اگر واقعی وہ دنیا میں اب امن اور چین کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہیں تو انہیں کوشش کرنی چاہئے کہ آئندہ ان کے سب سے ورد امن پھر خون کی فضا ان کو کبھی نظر نہ آئے۔